دیونِ عصرِ حاضر اور زکوۃ کے مسائل

مفتی محمد رفیق الحسنی

مِلکِ تام اور مِلکِ ید کی مزید توضیح:

ملک ید حقیقی: سابقہ مسائل سے ملک ید تحقیقی اور اصلی اور ملک ید تقدیری اور نمو تحقیقی اور نمو تقدیری کے مفہوم کا ذکر ہو چکا ہے مگر اس کی توضیح یہ ہے کہ ملک ید حقیقی اور اصلی یہ ہے کہ مال بالفعل مالک کے قبضہ اور تصرف میں ہو یعنی مال مالک حقیقی کے پاس ہو۔

ملک ید تقدیری: ملک ید تقدیری یہ ہے کہ مال مالک کے قبضہ اور تصرف میں بالفعل نہ ہو بلکہ مدیون کے تصرف میں ہو۔ چونکہ مدیون کا قبضہ اور تصرف صاحب دَین کی اجازت سے ہوتا ہے اس لیے مدیون کا تصرف اور قبضہ بالواسطہ مالک کا قبضہ اور تصرف ہوتا ہے۔ اگر دَین ممکن الوصول اور ممکن الانتفاع ہو تو یہ بھی ملک ید ہوتا ہے، جس کی مثال دَین ممکن الحصول کی سابقہ صورتوں میں مذکور ہے اس میں دَین معجّل قوی یا متوسط اور دَین مؤجل (میعادی اور غیر میعادی) کی سب صورتیں داخل ہیں اگر کوئی شخص دَین کا حقیقی مالک ہے اور دَین ممکن الحصول ہے، صاحب دَین اور مالک کو اس دَین پر ملک تام حاصل ہوتا ہے اگرچہ دَین میعادی ہو اور میعاد چالیس سال بھی ہو؛ اسی کو ملک تام کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ دَین صاحب دَین کے نائب مدیون کے تصرف میں ہے اور ممکن الحصول ہے اس دَین کی گذشتہ سالوں سے ہر سال کی زکوۃ صاحب دَین پر واجب ہوگی لہذا اسے دَین کے وصول کے بعد گذشتہ سالوں کی زکوۃ ادا کرنا واجب ہوگی لہذا اسے دَین کے وصول کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوۃ ادا کرنا واجب ہوگا کیونکہ صاحب دَین کو دَین پر ملک ید یعنی ملک تام حاصل تھا جیسے مسافر کا اپنے مال پر بالفعل قبضہ نہیں ہوتا مگر اس پر مسافر کا ملک تام ہوتا ہے۔

امام زفر اور امام شافعی کے نزدیک تو مال مفقود اور ساقط فی البحر وغیرہا جو کہ مال ضمار ہیں، پر بھی زکوۃ واجب ہوتی ہے۔ صاحب فتح القدیر حنفی ان اماموں کا عقلی جواب دیتے ہیں کہ مال ضمار میں نہ نمو حقیقی ہے اور نہ تقدیری اور زکوۃ کا سبب مال کا نامی ہونا ہے، تحقیقاً نامی

ہو یا تقدیراً کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ جواہر نفیسہ اگرچہ کروڑوں کے ہوں مگر تجارت کے لئے نہ ہوں ان کی زکوۃ واجب نہیں ہوتی کیونکہ جواہر مال نامی نہیں ہیں۔تجارت کی حقیقت کا اثبات ولایت ید سے (قبضہ سے) ہوتا ہے جب ضمار کے مال پر حالاً اور مالاً قبضہ نہیں تو استنماء (نمو) تحقیقی متصور نہیں ہوسکتا۔جب ضمار کے مال میں نمو تحقیقی متصور اور ممکن نہیں تو نمو تقدیری بھی متصور نہیں ہوسکتا کیونکہ جہاں تحقیقی استنماء ممکن ہو سکے وہاں تقدیری ہوسکتا ہے لہذا نقدین سونا اور چاندی بھی مال ضمار ہوں توان میں استنماء تقدیری نہیں ہوگا (حالانکہ) سونے اور چاندی میں استنماء طبعی اور خلقی اور تقدیری ہوتا ہے۔(ص:۲/۱۲۳) لہذا ضمار کے مال میں زکاۃ کا قول صحیح نہیں۔

معلوم ہوا جس دَین کے حصول کا امکان ہو اس دَین میں (استنماء) نمو تحقیقی متصور ہوسکتا ہے لہذا اس دَین میں استنماء تقدیری کا وجود بھی ضروری ہوگا۔اگر نمو تحقیقی نہ ہو تو تقدیری ہوگا جس کی وجہ سے دَین ممکن الحصول پر زکوۃ واجب ہوگی وجوب زکوۃ کے لئے بالفعل قبضہ ضروری نہیں ہوگا۔

صاحب فتح القدیر نے فرمایا:

"وعن هذا انتفى في النقدين ايضا لانتفاء نمائهما التقديرى بانتفاء تصور التحقيقي بانتفاء اليد فصار بانتفائها كالتاوى "(ص:۲/۱۲۳)

ترجمہ:اسی بنیاد پر ضمار کے سونے اور چاندی میں بھی استنماء کی نفی ہوگی کیونکہ نقدین میں نمو تقدیری کی نفی نمو تحقیقی کے تصور اور امکان کی نفی انتفاید کی وجہ سے ہوتی ہے لہذا نقدین اگر مال ضمار ہوں ان میں استنماء تقدیری بھی نہیں ہوگا پس مال ضمار انتفاء ید کی وجہ سے ہلاک شدہ مال کی طرح ہوجائے گا اوراس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

لہذا امام زفر اور شافعی کا قول صحیح نہیں ہے یعنی استنماء تقدیری بالفعل اس مال میں ہوتا ہے جہاں استنماء تحقیقی کا امکان ہو اور اگر استنماء تحقیقی کا امکان نہیں تو استنماء تقدیری جو اس کا خلف اور نائب ہے وہ بھی نہیں ہوگا یہی تفصیل ید تحقیقی (بالفعل) اور ید تقدیری (بالقوۃ) میں ہوگی جس مال میں حصول کی امید ہوگی وہاں ید تقدیری کا وجود ہوگا اور زکوۃ بھی واجب ہوگی۔جس مال کے حصول کی امید نہیں ہوگی وہاں نہ ید تحقیقی ہوگا اور نہ تقدیری جس طرح ضمار کے مال میں ہوتا ہے۔واللہ اعلم۔

ہمارا ان علماء سے سوال ہے جو جی پی فنڈ پر زکوۃ کے وجوب کی نفی کرتے ہیں: کیا ہم جی پی فنڈ اور پراویڈنٹ فنڈ کو ہالک کہہ سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ دونوں فنڈ مال ضمار کی طرح نہیں

ہیں اُن میں ملازم پرزکوۃ واجب ہے۔

زکوۃ کی ادائیگی فرض ہونے کا سبب حقیقی:

زکوۃ کے فرضیت میں دوامر ہوتے ہیں زکاۃ کانفس وجوب اورزکوۃ کی ادا کاوجوب جس طرح نماز کانفس وجوب علیحدہ ہے اورادا کاوجوب علیحدہ امر ہے اسی طرح زکوۃ میں بھی دوامر ہوتے ہیں نفس وجوب کی شرائط کاذکرابتدامیں گذر چکاہے یعنی عقل اوراسلام اوربلوغ وغیر ہااورزکوۃ کے ادا کے فرض ہونے کے چھ ظاہری غیرحقیقی اسباب اوران پرتفریعات کاذکربھی گذر چکاہے مگرزکوۃ کی ادا کاحقیقی سبب صرف ایک ہے وہ ہے اللہ تعالی کاخطاب:

"واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ" (آیت:۴۳۔بقرہ)

ترجمہ: نماز قائم کرواورزکوۃ ادا کرو۔

زکوۃ کی ادا فرض ہونے کی شرائط کاذکر:

زکوۃ کی ادا کاسبب اورادا کے شرائط دوالگ امرہیں لہذاادا فرض ہونے کی چارشرطیں ہیں: اول' حولان حول یعنی ایک مالک کے ملک میں مال مملوک پرایک سال مکمل ہو۔دوم' مال میں ثمنیۃ ہویعنی اشیاء خریدنے میں اس مال کے استعمال کرنے کارواج ہوجیسے قدیم زمانہ میں دیناراوردرہم سونے اورچاندی کے سکے چلتے تھے اورہمارے زمانہ میں کرنسی نوٹ لہذا ان میں ثمنیۃ ہے۔سوم' مال میں اسامۃ ہو۔چہارم' نقود کے علاوہ دوسرے اموال میں تجارت کی نیت ہو۔

فائدہ: فقہاء کرام دراہم اوردنانیر اورخام سونے اورچاندی سب کوثمن خلقی کہتے ہیں اورکرنسی نوٹوں کوعرفی ثمن کہتے ہیں ثمن خلقی اورعرفی اورحیوانات کے علاوہ اموال کوعروض کہتے ہیں۔

شرائط کی تفصیل:

(۱) پہلی شرط

ایک ملک میں مال مملوک پرسال مکمل ہویعنی مال سال بھرایک آدمی کے ملک میں رہے اوراس مال پرسال مکمل ہوجائے۔یہاں چندامورقابل غورہیں۔

ملک تام کامفہوم:

اول یہ کہ یہاں ملک سے ملک تام اورکامل مرادہے اگرمال پرآدمی کاملک ناقص ہےتواس مال کی زکوۃ

مالک پر واجب نہیں ہوگی ملک تام کی پہلے وضاحت ہوچکی ہے ملک تام یہ ہے کہ حال یا مستقبل میں مال میں قبضہ اور تصرف کی قدرت کی امید ہو اور ملک ناقص صرف اس مال میں ہوتا ہے جو مال ضمار کی تعریف میں آتا ہے یعنی مال میں مالک کا ملک تو باقی ہو لیکن اس کے واپس ملنے کی امید نہ ہو یا ملک ناقص مال مرہون میں ہوتا ہے کیونکہ مرتہن کو مرہون میں شرعاً تصرف کی اجازت نہیں ہوتی لہذا مرتہن قبضہ اور تصرف میں راہن کا نائب نہیں ہوتا۔ چونکہ مالک کو مرہون مال میں براہ راست اور بالواسطہ نائب تصرف کا حق نہیں ہوتا' اس لیے مالک کا یہ مرہون مال پر ناقص ہوتا ہے نیز مرہون مال مالک کی جانب سے اپنے اختیاری التزام کی وجہ سے مضمون بالدَین ہوتا ہے یعنی مرہون مال کے عوض لئے گئے قرض اور دَین کا تعلق مرہون مال کے عین کے ساتھ ہوتا ہے قرض خواہ اور مقروض کے دوسرے اموال کے ساتھ نہیں ہوتا اس وجہ سے مرہون مال کے ملک میں مکاتب کے مال کی طرح تردد واقع ہو جاتا ہے کہ اگر قرض واپس کردیا گیا تو مرہونہ اشیاء مالک کو واپس ملیں گی اور قرض خواہ اور مقروض نے قرض واپس نہ کیا تو مرہونہ اشیاء مالک کو واپس نہیں ملیں گی اسلئے مرہونہ مال میں مالک کا ملک ناقص ہوتا ہے۔

یہی حال مکاتب کے مال میں ہوتا ہے کہ اگر اس نے بدل کتابت ادا کردیا تو مکاتب آزاد ہوکر مال کا مالک سمجھا جائے گا اور اگر بدل کتابت ادا نہ کرسکا تو مکاتب کے مال کا مولی مالک ہوگا' مکاتب نہیں ہوگا۔ لہذا مکاتب کے مال میں مکاتب کے مالک کا ملک ناقص ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ شامی اور دیگر فقہاء کرام نے ملک تام کے لفظ کے تحت جو کہ زکوۃ کے فرض ہونے کے اسباب میں ذکر کیا جاتا ہے مکاتب کے مال اور مال ضمار کی صورتوں کی مثالیں اکٹھے ذکر کیں کہ ان میں ملک ناقص ہوتا ہے چنانچہ درمختار میں "تام بالرفع صفة ملک خرج به مال المکاتب" (ص:۳/۱۷۵) یعنی تام کا لفظ ملک کی صفت ہے اس سے مکاتب کا مال خارج ہوگیا۔ اور علامہ شامی نے فرمایا: "قلت وخرج ایضا نحو المال المفقود والساقط فی بحر" (ص:۳/۱۷۵) ترجمہ: میں کہتا ہوں تام کے لفظ سے مال مفقود اور سمندر میں ساقط مال خارج ہوگیا یعنی ملک ناقص یا تو اس مال میں ہوتا ہے جس میں مالک کے ملک میں آنے میں تردد اور شک ہو جیسے مکاتب کا مال یا اس مال میں ملک ناقص ہوتا ہے جس میں مالک کا ملک کالعدم اور کالھلاک ہوتا ہے جیسے ضمار کا مال جس میں واپسی کی امید نہیں ہوتی اگر ایسا مال نہ ہو تو اس مال میں ملک تام اور کامل ہوتا ہے اگرچہ وہ دَین ہو خواہ میعادی ہو یا غیر میعادی اس لئے ہر دَین کی زکوۃ مالک

اور صاحب دَین پر واجب ہوتی ہے کیونکہ دَین کے ملک میں نہ تردد ہوتا ہے اور نہ وہ کالعدم ہوتا ہے بلکہ مالک کے اذن سے مدیون کا دَین پر قبضہ اور تصرف بالواسطہ مالک کا قبضہ اور تصرف ہوتا ہے۔ الا یہ کہ ایسا دَین ہو جس کی واپسی کی امید نہ ہو جیسے دَین محمود جس پر گواہ نہ ہوں۔ یا مال مغصوب جس میں غاصب کا اقرار نہ ہو اور گواہ بھی نہ ہوں' مالک پر ان کی زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔

بعض معاصر علماء کی رائے سے اختلاف:

فقہاء کرام کی اصطلاح میں ملک رقبہ اور ملک ید کا مفہوم گذشتہ تفصیل کے تناظر میں متعین کیا جانا چاہئے۔ بعض علماء نے ملک ید کا معنی بالفعل قبضہ کے ساتھ کیا ہے اگر یہ مفہوم ہو تو یہ مفہوم کسی دَین پر صادق نہیں آتا بلکہ مسافر کے مال پر بھی صادق نہیں آتا لہذا ملک ید کا مفہوم بالفعل قبضہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ ملک حقیقی کے بقاء کے ساتھ ساتھ اس مال کے ملک میں تردد نہ ہو اور اس مال میں ملک ملک معدوم کی طرح نہ ہو۔ یعنی مال پر بلاواسطہ تصرف کی قدرت ہو یا بالواسطہ مال پر قبضہ ہو اور تصرف ہو حال میں قبضہ ہو یا مستقبل میں قبضہ کی قوی امید ہو۔ دونوں صورتوں میں ملک تام ہوتا ہے۔

دوم' یہ کہ حولان حول سے مراد یہ ہے کہ مال کا نصاب سال کے اول اور آخر میں کامل اور قائم ہو درمیان سال نقصان سے زکوۃ ساقط نہیں ہوتی جیسا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

ادا کی دوسری شرط۔ مال میں ثمنیت ہونا:

دوسری شرط یہ ہے کہ مال میں ثمنیۃ ہو خرید کردہ مال کے عوض ہر وہ چیز جس کا وزن کیا جاسکتا ہے یا کیل ہوسکتا ہے وہ ثمن ہوسکتی ہے مگر یہاں ثمن سے مراد سکہ رائج الوقت ہے یعنی کرنسی اور دراہم اور دینار اور خام سونا اور چاندی ثمن ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی پہلے زمین کی تخلیق کے ساتھ سونا اور چاندی کو تجارت کے لئے پیدا کیا گیا لہذا سونا' چاندی اور ان کے سکے ثمنیۃ کے لئے متعین ہوتے ہیں ان کی زکوۃ لازم ہے جس طرح بھی مالک اپنے پاس رکھے اگرچہ گھر کے اخراجات اور حاجات کے لئے ہوں اور یہی حکم کرنسی نوٹوں کا ہے۔

ادا کی تیسری شرط۔ حیوانات میں اسامت کا پایا جانا:

تیسری شرط' اگر مال حیوانات سائمہ ہوں ان میں اسامۃ پایا جائے یعنی توالد اور تناسل کی نیت سے انہیں چھ ماہ سے زیادہ سرکاری یا فری چراگاہوں سے مفت اور فری چارہ فراہم ہو چونکہ حیوانات

☆الحجر المنبهات والاكثار منها كالشاهي والقهوة مواهند التدخين والشيشة وغيرها.☆

میں باربرداری اورسواری اوردیگراعمال میں استعمال ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے اس لئے حیوانات میں زکوۃ تب واجب ہوگی کہ اسامۃ کی نیت کی جائے یا عمل اسامۃ بالفعل پایاجائے لہذا سواری اور باربرداری کے لئے رکھے گئے حیوانات سیکڑوں بھی ہوں ان کی زکوۃ مالکان پرواجب نہیں ہوگی، تفصیل حیوانات کی زکوۃ میں ذکر کی جائے گی۔(ص:۱۸۶/۳۔شامی)

اداکی چوتھی شرط۔مال عروض میں تجارت کی نیت کاہونا:

چوتھی شرط اگر مال عروض ہوں تو ان میں زکوۃ کی ادائیگی کے لئے شرط یہ ہے کہ ان میں تجارت کی نیت ہو یا تو صراحت کے ساتھ نیت ہو جیسے کسی مال کے خریدنے کے وقت خریدار یہ کہے کہ یہ مال میں مال تجارت کی نیت سے خریدرہا ہوں ایسا مال واجب الزکاۃ ہوگا یا نیت دلالت اور قرائن اور عرف کی وجہ سے ہو مثلاتجارت کے مال کے عوض مال بعینہ خریداجائے تو خریدشدہ مال بغیرنیت تجارت کا مال شمار ہوگا یا تجارت کا مکان عروض کے معاوضہ میں کرایہ پردے دیاجائے تو وہ عروض جو کرایہ میں مکان کی منفعت اور رہائش حاصل کرنے کے عوض حاصل ہوئے وہ بھی بلانیت صریحہ تجارت کے ہوں گے مثلاً کسی مالک کے پاس تجارت اور نفع پرفروخت کرنے کے لئے خریدشدہ مکان موجود تھا مگر مالک نے کرنسی نوٹوں یا سونے اور چاندی کی بجائے عروض کے عوض کرایہ پردے دیا دہ مال جو کرایہ میں حاصل ہوگا وہ خود بلانیت تجارت کا مال ہوگا لہذا تجارتی مکان کی مالیت اور کرایہ دونوں پر زکوۃ واجب ہوگی۔

اس سلسلے میں تنویرالابصاراوردرمختار کی عبارت اس طرح ہے:

"اونيت التجارة في العروض (ـا)اويؤاجرداره التي للتجارة بعرض فتصير للتجارة بلانية صريحا (ص:۱۸۶/۳۔مطبوعہ مکہ المکرمہ)

ترجمہ:عروض میں تجارت کی نیت ہو صراحۃ دلالۃ (تا) جیسے آدمی اپنی دار (مکان) جو کہ تجارت کے لئے ہے وہ عرض (غیرنقود) کے عوض کرایہ پر دے وہ عرض (مال) بلانیت صریحا تجارت کے لئے ہوگا۔

علامہ شامی نے قال فی البحر سے بحث نقل کرتے ہوئے ذکرفرمایا کہ بدائع الصنائع میں مذکور ہے کہ وہ عین/مکان جو تجارت کے لئے ہے اس مکان کے منافع کے بدل میں مبسوط کی روایت کے مطابق صریح نیت کے بغیر اس بدل کے مال تجارت ہونے کا ذکر ہے اور الجامع کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بدل میں نیت کرنے سے ہی وہ مال تجارت ہوگا مشائخ علماء نے جامع کی روایات کی تصحیح کی

ہے کیونکہ عین یعنی مکان اگر چہ تجارت کے لئے ہے مگر کبھی کبھار اس کے منافع کے بدل (عرض) سے تجارت کی نیت نہیں کی جاتی مثلاً تجارت کا جانور عروض کے معاوضہ میں کرایہ پر دیا جاتا ہے اور نیت یہ ہوتی ہے کرایہ میں حاصل مال اسی جانور کی اصلاح پر خرچ کیا جائے گا اسی طرح مکان کرایہ پر دیا جاتا ہے اور نیت یہ ہوتی ہے کہ کرایہ سے مکان کی اصلاح کی جائے گی لہذا تجارت کے مکان کا کرایہ تردد کی وجہ سے نیت کے بغیر تجارت کا مال نہیں ہوگا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

"وقیدبقوله "التی للتجارة "اذا کانت للسکنی......الخ"

یعنی شارح نے دار کو "التی للتجارة" کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ اگر مکان رہائش کے لئے ہوتو اس کا بدل اور کرایہ بغیر نیت تجارت کے لئے نہیں ہوگا۔

پھر فرمایا:

"فاذا نوی یصح ویکون من قسم الصریح "(ص:۲/۱۸۶)۔

پس جس وقت آدمی نے رہائشی مکان کے کرایہ میں تجارت کی نیت کر لی تو یہ صحیح ہے اور یہ مال بھی صریح نیت والے مال تجارت میں داخل ہوگا۔

معلوم ہوا مکان تجارت کا ہو یا رہائش کے لئے ہو اور اس کا کرایہ عروض ہوں اس میں تجارت کی نیت کرنا صحیح ہے اور عروض تجارت کا مال ہوں گے اور ان پر زکوۃ واجب ہوگی۔

درمختار کی عبارت میں بعرض کے لفظ کا فائدہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اگر تجارت کا مکان یا رہائش کا مکان نقود (کرنسی یا سونے اور چاندی) کے معاوضہ میں کرائے پر دیا جائے تو بالاتفاق کرایہ میں حاصل نقود بغیر نیت تجارت کا مال ہوں گے نیت کی ضرورت اس مال تجارت میں ہوتی ہے جس میں مال تجارت ہونے اور مال تجارت نہ ہونے کے دونوں احتمال ہوں اور نقود خلقی مال تجارت میں اس لئے ان میں نیت کی ضرورت نہیں ہے۔

معلوم ہوا منافع کا بدل بھی مال تجارت ہوسکتا ہے اور اگر منافع کا بدل مال تجارت ہو نقد نہ ہو دَین ہو تو وہ دَین قوی ہوگا لہذا ملازم کی اجرت جو کہ منافع کا بدل ہوتی ہے اور آج کل کرنسی ہوتی ہے اگر نقد نہ ہو تو وہ دَین قوی ہوگا اور اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔

☆لاتقرابعض الکتب التی تربی التشاؤم والاحباط والیاس والقنوط.☆

مضارب کے مال کا حکم:

مضارب جس کو مال اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ تجارت کرے اس کو دیا گیا مال بلا نیت تجارت کا ہوگا۔

اسٹور شدہ عشری اجناس پر زکوۃ کا حکم:

عشری اور اجرت پر لی گئی اور عاریۃ لی گئی زمین کی فصل پر عشر واجب ہوتا ہے اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔مثلاً گندم کی فصل ہے اور مالک نے عشر کے بعد اسے اسٹور میں رکھ دیا ہے کہ اسے فروخت کروں گا اور وہ گندم نصاب کا مقدار بنتی ہے اور ایک سال مالک کے پاس رکھی رہی اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی جس وقت اسے تجارت کی نیت سے فروخت کیا جائے گا اس کے بعد اس کے بدل (سرمایہ) پر سال گذرے گا تو زکوۃ واجب ہوگی۔

اگر آدمی کسی مال کا بغیر عقد شراء یا عقد اجرت عقد ہبہ یا وراثت کے ذریعے مالک ہوجائے اور مالک بنتے ہی آدمی نے اس مال میں تجارت کی نیت کرلی کہ اسے نفع پر فروخت کروں گا وہ مال تجارت کا نہیں بنے گا کیونکہ بغیر بدل کے حاصل شدہ مال عقد کے بغیر صرف نیت کر لینے سے مال تجارت نہیں ہوتا البتہ نقود (نوٹ سونا چاندی) کا آدمی خواہ بغیر عقد ہبہ اور وراثت کے ذریعہ مالک ہو یا عقد کے ساتھ ان کی زکوۃ ہر صورت واجب ہوگی کیونکہ یہ مال خلقی طور پر تجارت ہیں۔درمختار میں ہے:

"لاماورثه ونواه لها الا الذهب والفضة والسامة "(ص:۲/۱۹۲)

ترجمہ: وہ تجارت کا مال نہیں ہوگا جس کا آدمی وارث ہو اور اس میں تجارت کی نیت کرلی مگر (وراثت میں ملنے والا) سونا اور چاندی اور حیوانات سائمہ بغیر نیت تجارت کے ہوں گے۔

زمین کی فصل پر عشر واجب ہوتا ہے زکوۃ واجب نہیں ہوتی اگر زکوۃ بھی واجب ہو تو ایک چیز پر دو حق واجب ہو جائیں گے مگر تجارت کے مکان کے کرایہ اور مکان دونوں پر الگ الگ زکوۃ واجب ہوگی کیونکہ تجارتی مکان کا کرایہ مستقل مال تجارت کی طرح ہوتا ہے اور اصل مال تجارت اور اس کے نفع کے دونوں پر زکوۃ واجب ہوتی ہے یہاں اجتماع حقین لازم نہیں آتا۔(رفیق حسنی)

اگر تجارت کے لئے کسی فصل کا بیج خریدا مگر اس بیج کو اجرت پر لی گئی عشری زمین میں کاشت کردیا اس میں صرف عشر واجب ہوگا کیونکہ کاشت کرنے سے بیج مال تجارت نہیں رہتا۔

فصل کا عشر مستاجر اور مستعیر پر واجب ہوتا ہے:

عشری زمین میں فصل کا عشر مستاجر اور مستعیر (بطور عاریہ لینے والے) پر واجب ہوتا ہے، زمین کے مالک موجر اور معیر (بطور عاریہ دینے والے) پر واجب نہیں ہوتا۔ (شامی۔ص:۱۸۷)

اگر عشری زمین تجارت کی نیت سے خریدی مگر اسے کاشت کرتا رہا، یہ زمین کاشت کی وجہ سے تجارت کے مال سے خارج ہوگئی تو اس زمین میں عشر ہوگا اور اگر اسے کاشت نہ کیا تو وہ زمین مال تجارت ہوگی اور اس کی مالیت پر زکوۃ واجب ہوگی۔ عنقریب مال تجارت کی تعریف میں تفصیل ذکر کی جائے گی۔

زکوۃ کی ادائیگی کی صحت کی شرط:

زکوۃ کی ادا صحیح واقع ہونے کے لئے تین امور میں سے ایک کا ہونا شرط ہے اول، یہ کہ صاحب زکوۃ کی زکوۃ کا مال فقیر کو دیتے وقت زکوۃ ادا کرنے کی نیت ہو۔ دوم، یا واجب الاداء زکوۃ کی مقدار دوسرے مال سے الگ کرتے وقت زکوۃ کی نیت ہو۔ سوم، یا پورے نصاب کا صدقہ کردے تو اس نصاب میں جو مقدار زکوۃ ہے وہ ادا ہو جائے گی۔

تفصیل: نیت دل کے ارادے کا نام ہے بدنی عبادات ادا کرتے وقت جس طرح نیت شرط ہوتی ہے اسی طرح مالی عبادت میں بھی نیت شرط ہوتی ہے لہذا زکوۃ ادا کرتے وقت دل میں نیت کرنا شرط ہے زبان سے نیت کرنا شرط نہیں۔

اگر کسی شخص نے دل سے زکوۃ ادا کرنے کی نیت کی اور زبان سے ہبہ (گفٹ) یا قرض یا عیدی وغیرہا کہہ دیا، زکوۃ ادا ہو جائے گی کیونکہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے اور وہ موجود ہے۔

اگر کسی شخص نے فقیر کو مال دیتے وقت زکوۃ اور نفلی صدقہ دونوں کی نیت کر لی تو زکوۃ ہی ادا ہوگی کیونکہ فرض نفل سے اقوی ہوتا ہے۔ (ص:۳/۱۸۷، ردالمحتار)

اگر فقیر نے مالک کے علم کے بغیر مالک کے مال سے کچھ مال اٹھالیا، زکوۃ ادا نہیں ہوگی کیونکہ نیت نہیں پائی گئی اور اگر مالک نے زکوۃ کا مال الگ کرکے رکھ دیا تھا اور فقیر نے مالک کے علم کے بغیر اٹھالیا یا چوری کر لیا اللہ تعالی کے نزدیک یعنی دیانت میں زکوۃ ادا ہو جائے گی لیکن قضاء میں زکوۃ ادا نہیں ہوگی دوبارہ زکوۃ دینا ہوگی۔ (ردالمحتار۔ص:۳/۱۸۷)

اگر اموال باطنیہ کی زکوۃ اسلامی حکومت نے جبراً لے لی زکوۃ ادا نہیں ہوگی اور اگر اموال ظاہریہ یعنی

حیوانات کی زکوۃ جبراً لے لی تو زکوۃ ادا ہوگئی۔(ص:۳/۱۸۷۔ردالمحتار)

فرق کی وجہ یہ ذکر کی گئی ہے کہ اسلامی حکومت کو اموال ظاہریہ (حیوانات) کی زکوۃ لینے کا حق ہے اگر جبر کے وقت زکوۃ دہندہ زکوۃ کی نیت کرلے تو صحیح ہے اور اموال باطنیہ کی زکوۃ لینے کا حق حکومت کو نہیں ہے اس لئے جبر کے وقت نیت کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

موجودہ دور(۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۰۱۴ء) سے صدیوں پہلے صحیح اسلامی حکومتیں ختم ہوچکی ہیں۔**اگر کسی ملک کی حکومت بنکوں کے ذریعے جبراً زکوۃ کاٹ لے اور مستحقین تک نہ پہنچائے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔اکثر ممالک میں فقراء اور مستحقین تک زکوۃ نہیں پہنچتی بلکہ بیت المال میں جمع شدہ زکوۃ کا اکثر حصہ حکمران تقسیم کرلیتے ہیں**۔جیسا کہ پاکستان میں ہمارا مشاہدہ ہے **لہذا بنکوں کے ذریعہ دی گئی زکوۃ دوبارہ دینا ہوگی**،تفصیل مصارف میں ذکر کی جائے گی۔

نیت کے شرط ہونے سے معلوم ہوا اگر میت پر زکوۃ واجب الاداء تھی اور اس نے زکوۃ ادا کرنے کی وصیت نہیں کی تھی اس کے ترکہ سے زکوۃ ادا نہیں کی جائے گی اور اگر وصیت کی تھی تو صرف ثلث (تیسرے حصہ) سے وصیت کردہ مقدار ادا کی جائے گی،کل مال سے ادا نہیں کی جائے گی،یہ صدقہ نفلی ہوگا۔کیونکہ میت کی نیت نہیں پائی گئی،یہ زکوۃ نہیں ہوگی،وصیت کے حکم میں ہوگی اور اگر وارث اپنی جانب سے اپنے مال سے مرحوم کی زکوۃ ادا کردے،ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے۔(درمختار۔ص:۳/۱۸۷)

زکوۃ کی ادا اور نیت کا اتصال ضروری ہے:

زکوۃ کی نیت کا ادا کے عمل کے ساتھ مقارن اور متصل ہونا ضروری ہے اگر مالک نے فقیر کو زکوۃ کا مال دینے سے پہلے نیت کرلی،نیت کے بعد دوسرے کاموں میں مصروف ہوگیا پھر مال دے دیا مگر فقیر کو مال دیتے وقت دوبارہ نیت نہیں کی تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔اسی طرح فقیر کو مال دیتے وقت زکوۃ کی نیت نہیں کی اور مال دے دیا اور فقیر نے وہ مال خرچ کردیا پھر نیت کی تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی اور اگر فقیر نے مال خرچ نہیں کیا تھا اور مالک نے زکوۃ کی نیت کرلی تو زکوۃ ادا ہوگئی۔

دفع حرج کے لئے زکوۃ کی رقم مال سے الگ کرتے وقت بھی نیت کے وجود کا اعتبار کیا گیا ہے کہ زکوۃ کا مقدار مال سے الگ کرتے وقت نیت کافی ہے علیحدہ کئے گئے مال سے مختلف اوقات میں بار بار زکوۃ کی رقم فقراء کو دیتے وقت دوبارہ نیت کی ضرورت نہیں ہوگی۔۔۔۔۔۔(جاری ہے)

☆الا تعلم ان فی الناس من فقد عقله اوصحته اوهو محبوس او مشلول اومبتلی . ☆